سید یونس الحسنی

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

میانہ قد و قامت، گلاب چہرہ......سفید شلوار قمیض میں ملبوس، حسنِ فطرت کا پیکر، حکمت و تدبر اس کا اوڑھنا بچھونا ......بڑوں میں بڑا عالم......نہایت ممتاز و منفرد......چھوٹوں میں چھوٹا، ملائم و معصوم......بہت ہی سچی بات ہے۔ وہ خلوتوں میں حقیقتوں کو تلاشتا تو جلوتوں میں فلاحِ امت تراشتا، صحن چمن میں نور کا ہالہ اور عرفان و آگہی کا ہمالہ......حُبِّ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنیر یعنی موجۂ عشقِ رسالت کا نخچیر......وہ بزمِ اہل دل کی شمع حبیب اور متلاشیانِ حق کے لیے کامل طبیب......اس مجموعۂ صفات کا نام نامی حافظ سید عطاء المنعم رحمتہ اللہ علیہ ہے (وہ سید ابو معاویہ ابوذر بخاری کے نام سے معروف تھے)......برصغیر پاک و ہند کے جیّد عالم دین، شعلہ نوا خطیب اور جدوجہد آزادی کے جری رہنما امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند اکبر اور جانشین......خیر العلماء مولانا خیر محمد جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید اور مدرسہ خیر المدارس سے زیور علم وحکم سے سرفراز ہونے والی ہمہ جہت شخصیت دیکھ کر زبان سے بے ساختہ نکلے:

''ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی''

وہ صرف متبحر عالم دین ہی نہ تھے بلکہ دنیا بھر کی سائنسی معلومات، ثقافتی اصطلاحات، تاریخی حالات وواقعات، جغرافیائی کیفیات وتفصیلات اور عمرانی تشریحات وتصریحات پر ان کی گہری نظر تھی......قدرت نے بلا کا حافظہ ودیعت کر رکھا تھا......کسی موضوع گفتگو پر حوالہ جات بڑی برجستگی سے پیش کرتے یہاں تک کہ کتاب، رسالہ یا اخبار کی تاریخ اشاعت، صفحہ اور سطر تک بتا دیتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی متنفس نہیں۔ تُرت پھرت کتب خانہ ہے۔ اسلامی تاریخ کے گہرے پانیوں کی غواصی ان کا محبوب مشغلہ تھا تو تحقیق وجستجو کے نام پر تلبیسات کا انبار لگا کر لوگوں کو گمراہ کرنے والوں کا تعاقب ان کا نصب العین......جو شخص ملک سے کبھی باہر نہ گیا ہو اور وہ آپ کو گھر بیٹھے نو صدیاں پہلے اور آج کے ہسپانیہ کی سیر کرادے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ہر دور میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں مشہور عمارات اور نامشہور مقامات میں نت نئے حک واضافہ سے آگاہ کردے......جن کی ہمہ نوع معلومات کا دریائے مواج ناپیدا کنار ہو اسے کس نام سے یاد کیا جاسکتا ہے......ظاہر ہے سید ابوذر بخاری ہی کہیں گے کہ ان سا کوئی اور دیکھنے کو نہیں ملا......تقریر کرے تو فصاحت وبلاغت کے دریا بہادے۔ مجھے صحیح یاد نہیں۔ لاہور کا موچی دروازہ تھا یا ملتان کا قاسم باغ......سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا جلسہ تھا......ہر مکتبِ فکر کے علماء اور ہر طبقہ ومشرب کے زعماء موجود تھے......سید ابوذر بخاریؒ تقریر کر رہے تھے۔

''عزیزانِ چمن! کامیاب وہ ہے جس نے اپنا مشن نہیں چھوڑا، جو حق کے لیے جان دے دے مگر غداروں، جفا کاروں سے روشناسی کے لیے قوم کو بروقت بیدار کردے، جو نونہالانِ وطن کو حقیقت کی راہ سجھائے اور قومی معاشرہ کو تباہی سے بچانے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ دے۔ جو تاجدارِ ختم نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت، آخری بین الاقوامی اور بین الآفاقی قانون کے

ساتھ مرتے دم تک غیر مشروط وابستگی رکھے۔

وہ کامیاب نہیں جو قوم کا خون بہادے، عزتیں لٹوادے، اموال تباہ کردے، جو اسلام کا نام لے کر جمہوریت، اشتراکیت، مارکس ازم اور فاشزم، یہودیت وسبائیت اور مرزائیت کے لیے چور دروازے کھولے اور اسلامی آئین میں تحریف ومنافقت کی نقب لگائے۔ ایسا شخص کائنات کا، مسلمانوں کا، اسلام کا اور اس ملک کا بدترین دشمن ہے۔''

ان جملوں پر بعض لوگ تلملا رہے تھے۔ ظاہراً کئی بڑی اور باطناً بہت چھوٹی جبینیں شکن آلود ہو رہی تھیں اور لبرل ازم کے دلدادگان پریشان حال تھے۔ مگر شاہ جی قدیم وجدید تقاضوں کے باوصف اسلام کی ابدی اور انمٹ سچائیوں کے ساتھ اپنی بے پناہ لگن کا برملا اظہار کررہے تھے۔ لوگ انگشت بدنداں تھے کہ مولانا بھی ایسی گفتگو کرسکتے ہیں۔ انھیں کیا خبر...... یہ کوئی پروفیشنل مولوی یا پیر تو تھے نہیں کہ مالکونس اور بھیرویں میں الاپتے اور مسحور کن کیفیت پیدا کرتے...... وہ تو فرزندِ بطلِ حریت تھے جن کے اخلاص کی برکت اور رب العزت کی بے پایاں رحمت وعنایات کا اعجاز تھا کہ لوگ ورطۂ حیرت میں گم سم بیٹھے تھے۔ یہ سید السادات بول رہے تھے اور سامعین ہمہ تن گوش۔

آیئے ان کی شاعری کا رخ کرتے ہیں۔ آج لوگ اپنے ناپسندیدہ افراد یا حکومتوں کے خلاف لکھتے اور شعر کہتے ہیں تو اسے مزاحمتی ادب کا نام دے دیتے ہیں۔ حالاں کہ یہ سراسر غلط ہے۔ مزاحمتی ادب تو وہ ہے جس کے ذریعے کسی قوم، معاشرے، حکومت، شخصیت یا سیاسی جماعت کے غلط افکار ونظریات کا بطلان کیا جائے، عوام الناس کو ان سے بچنے کی راہ دکھائی جائے، یا کسی ملمع ساز کے منافقانہ روپ کا سرعام پوسٹ مارٹم کیا جائے تاکہ لوگ سچ اور جھوٹ، غلط اور صحیح کی پہچان کرسکیں۔ سید صاحب نے ہر ہر صنف میں طبع آزمائی کی مگر مزاحمت کا انداز قابل غور ہے:

میں اگر زیغِ تفکر کا گلہ کرتا ہوں　　تم دلیلوں کے غبارے میں مجھے لا دیتے ہو
میرے معتوب سے ماحول کو مذہب کے عوض　　کتنی تلبیس سے پیمانِ وفا دیتے ہو
میں اگر حکمت و الہام کا دیتا ہوں سبق　　تم اسے جہل کے پردوں میں چھپا دیتے ہو
الغرض دیں ہو، سیاست ہو، معیشت یا معاد　　ساری دولت کو شکم پر ہی لٹا دیتے ہو
میں تو پھر ایک مؤثر پہ ہی رکھتا ہوں یقیں　　تم فقط مادہ کو معبود بنا دیتے ہو
تم مساوات و اخوت کا امیں بن کر بھی　　بغض و تفریق کا اک جال بچھا دیتے ہو

بات طویل ہو جائے گی۔ سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ اپنے علم وعمل، فکر ودانش، تقویٰ وتدیّن اور اپنی صلاحیتوں کے باوصف اپنے ہم عصروں میں سب سے منفرد اور ممتاز تھے۔ ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو وہ ہم سے جدا ہو کر عقبیٰ کے سفر کو روانہ ہوئے۔ آج بارہ برس ہونے کو ہیں۔ دل سے ہوک سی اٹھتی ہے۔

کاش مرے جیون کے بدلے لوٹ سکیں وہ لوگ